التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۹، شمارہ ۱۷، جنوری تا مارچ ۲۰۱۲ء

تفکر و تدبر کا اسلامی تصور

حافظ محمد ادریس

Abstract

Theories with long lasting slightness can change the waves of shore, can revolute the nations and states can change the societies it can succeed the great victories.

But he dimension of the combine thinking should be righteous which also needs the centripetal force other wise it will be scattered and hence can not fight with the hindrances.

Now days we are centered with materialist world which is not righter one.

Rights thinking can enlighten your hart this thesis is elaborating rights thinking its centralized force, advantages and opportunities, methods and resources.

So that such a "Momin" can prolong his thinking in the way of almighty, because only to be born in a house of a Muslim is not a sign of true Muslim,.

تفکر و تدبر قوموں کی تقدیر بدلنے کا ضامن ہے۔ جن قوموں کا شعار تفکر و تدبر ہو وہ کبھی ڈگمگایا نہیں کرتیں۔ تفکر و تدبر کو سمجھنے کیلئے مناسب ہوگا کہ ہم اس کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم سے واقفیت حاصل کریں تفکر و تدبر دو ہم معنی و مترادف الفاظ ہیں۔ تاہم ان کے معنی و مفاہیم کو ہم الگ الگ بیان کریں گے۔

تفکر کا لغوی مفہوم

"تفکّر" فِکْر سے باب تفعّل ہے۔ اَلْفِکْرُ اور اَلْفِکْرُ کا معنی ہے:

"إعمالُ الخاطِرِ فی الشَّیْءِ" (۱)

یعنی "کسی چیز کے اندر کھٹکا یا تردد پیدا ہونا۔"

فکر دراصل "فرک" سے مقلوب ہے جس کا معنی ملنا، رگڑنا اور کھرچنا ہے۔ کیونکہ جس معنی میں یہ مستعمل ہے وہ "فرک الامور والبحث" ہے۔ یعنی طلب حقیقت و تلاش معرفت۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الفکر" دراصل "الفرک" تھا۔ جو کثرت استعمال سے "الفکر" بن گیا۔ اور "الفرک" کے معنی ہیں:

"دلکُ الشَّیْءِ حتی ینقطع قشرہ عن لبه کا لجوز". (۲)

یعنی "کسی شی کو اتنا رگڑنا کہ اس کا چھلکا اس کے گودے سے الگ ہوجائے جیسے اخروٹ۔"

تفکر کا اصطلاحی مفہوم:

شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

"تصرف القلب فی معانی الأشیاء لدرک المطلوب". (۳)

یعنی "مطلوب کو پانے کیلئے دل کو اشیاء کی حقیقت و معنی کی تلاش میں استعمال کرنا۔"

فکر کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

"سراجُ القلب یریٰ به خیرہ وشرّہ ومنافعه و مضارّہ وکل قلب لا تفکر فیه فهو فی ظلمات یتخبط". (۴)

یعنی "فکر دل کا چراغ ہے جس سے اس کیلئے بھلائی وشر اور منافع ونقصان کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہر وہ دل جس میں فکر کی عادت نہ ہو وہ اندھیروں میں ہے جو اس کو دیوانہ

کر دیں گے۔"

اور کہا گیا ہے کہ: "اَلْفِکْرُ مِصْبَاحُ الْاِعْتِبَارِ وَمِفْتَاحُ الْاِخْتِیَارِ" (۵)

یعنی "فکر، عقل کا چراغ اور حقائق کی چابی ہے۔"

فکر کو طائر حکمت کا جال بھی قرار دیا گیا ہے چنانچہ شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

"اَلْفِکْرُ شَبَکَةُ طَائِرِ الْحِکْمَةِ".(۶)

تدبر کا لغوی مفہوم:

"اَلتَّدَبُّرُ" اَلتَّفَکُّرُ فِیهِ.(۷)

یعنی "کسی شی میں کچھ جاننے یا پانے کی کوشش کرنا۔"

جیسا کہ کہا جاتا ہے: "فلان ما یدری قِبَالَ الْاَمْرِ مِنْ دِبَارِہٖ"

یعنی "وہ شخص اس کام کے آگے اور پیچھے سے واقف نہیں (یعنی آداب و اصول اور نتائج سے آگاہ نہیں)"۔

تدبر کا اصطلاحی مفہوم:

"اَلتَّدَبُّرُ عِبَارَةٌ عَنِ النَّظَرِ فِی عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ" (۸)

یعنی "تدبر دراصل زندگی میں پیش آنے والے معاملات کے اثرات اور نتائج و ثمرات سے آگاہی حاصل کرنے کو کہتے ہیں"۔

تفکر اور تدبر کا باہمی فرق: تفکر وہ قوت ہے جو کسی کام کو انجام دینے سے پہلے کوئی دلیل تلاش کرنے میں عقل اور دل کی راہنمائی کرے، جبکہ تدبر وہ صلاحیت ہے جو اپنی قوت قاہرہ سے اس کام کی انجام دہی کے بعد پیدا ہونے والے اثرات اور مرتب ہونے والے نتائج سے دل و دماغ کو خبر دے۔ چنانچہ شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

ان التفکر تصرف القلب بالنظر فی الدلیل والتدبر تعرفه بالنظر فی العواقب.(۹)

یعنی "تفکر دل کو دلیل کی تلاش میں راہنمائی فراہم کرتا ہے اور تدبر اس کے قائم ہونے سے اس کے نتائج و اثرات کے جاننے میں مدد کرتا ہے"۔

استاذ گرامی علامہ اللہ بخش اوتھی فرماتے ہیں:

تفکر کا لغوی معنی غور کرنا ہے اور اصطلاحی منطق میں دو معلوم شدہ تصورات کو ملا کر ایک مجہول شی کا حاصل کرنا تفکر کہلاتا ہے جیسے حیوان اور ناطق دو معلوم شدہ تصورات کو ملایا تو ہمیں ایک مجہول شی، انسان کا علم ہوا۔ دوسرے لفظوں میں امور معلوم کو ترتیب دے کر امور مجہولہ کے حاصل کرنے کو تفکر کہتے ہیں۔

جبکہ امور مجہولہ کے حصول کے بعد اس پر عمل کرنے سے خطرناک نتائج کا ڈر ہو، دل متردد ہو، تو یہ درد، شک اور شبہہ کی قوت متحرک کر جو علم کی جستجو اور نتائج و عواقب اور اثرات و ثمرات کی طلب و تڑپ میں کود کر معلوم شی تک آنا چاہتی ہے یہ تدبر ہے۔ جو فکر پہ سوار ہوتا ہے۔ اور فکر کی قوت حسب عقل و نظر اسے آگے بڑھاتی ہے تاکہ وہ آئندہ مرتب ہونے والے اثرات سے آگاہ ہوسکے۔ لہٰذا فکر کیلئے مطلوبہ شی کا تصور و تصویر کا دل میں ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کی بجائے صفات میں تأمل و نظر کرو۔ مختصر یہ کہ تفکر سواری ہے اور تدبر سوار ہے۔(۱۰)

تفکر و تدبر کی اہمیت: اللہ کی ذات وصفات اور تخلیقات کو ۔اپنے ذہن میں لاکر ان کے مقاصد کا کھوج لگانا غور و فکر کہلاتا ہے۔ تدبر و تفکر دراصل کسی ذہن کی اس قوت و صلاحیت کا نام ہے جو علم کو تلاش کرکے معلوم بناتی ہے۔ اور پھر اس معلومات کی روشنی میں مستقبل کے اہداف کا تعین، مسائل کا حل اور منزلوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر الحسنات لکھتے ہیں:

"غور و فکر وہ عملی قوت ہے جو نامعلوم شی سے معلوم تک لے جاتی ہے اور یہ صرف انسان کا خاصہ ہے"۔(۱۱)

غور و فکر کی صلاحیت ہر انسان میں ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے مقصد زیست کا پتا لگا سکے۔ وہ اپنی حیثیت، اللہ کی معرفت اور اس کے شاہکار اعظم کی حقیقت سے واقف ہوسکے۔ اور وہ یہ راز بھی پالے کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ اس وقت کہاں ہے۔ پھر کب اور کس وقت اسے کہاں چلے جانا ہے۔ چنانچہ علامہ صاوی لکھتے ہیں:

"ثَمَرَةُ الْفِکْرِ الْاِسْتِدْلَالُ وَالْمَعْرِفَةُ بِاللّٰهِ".(۱۲)

یعنی "فکر کا نتیجہ استدلال و معرفت الٰہی ہے۔"

بیداری کی لہر: اسلامی تعلیمات کے ذریعے سے معمولی عمل کو بھی غیر معمولی بنایا جاسکتا ہے کیونکہ اسلام بندے کو لکھنا، پڑھنا اور سوچ کے ذریعے آگے بڑھنا سکھاتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ انسان کی خفیہ صلاحیتوں کو تدبر و تفکر اور سوچ و بچار کی عادت و مشقت سے ہی بیدار کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ محمود بن عمر زمخشری لکھتے ہیں:

"الفکرة تذهب الغفلة وتحدث للقلب الخشیة کمایحدث الماء للزرع النبات وما جلیت القلوب بمثل الأحزان ولا استنارت بمثل الفکرة". (۱۳)

یعنی "غور و فکر کی عادت سے غفلت کے پردے دور ہوتے ہیں، دل کی قساوت و سختی نرمی میں بدل جاتی ہے۔ جہاں خیر و بھلائی کے خیالات جنم لیتے ہیں۔ دل غم کے کانٹوں سے پاک اور فکر کی تمازت و گرمی سے منور ہو جاتا ہے۔"

عقلمندی کا نشان: تدبر و تفکر اور سوچ و بچار سے خود آگاہی و خود تنقیدی کی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے بے معنی و فضول زندگی اور بامعنی و محبوب زندگی کا تصور و خیال جنم لیتا ہے۔ بندے کے دل میں کوئی ہنر آزمانے، دنیا کو حیران کرنے اور کوئی عظیم کارنامہ انجام دینے کی امنگ و آرزو پیدا ہوتی ہے۔ صبر و تحمل، ربط و ضبط، برداشت و برداشت اور جذب و استقلال کی استعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے اور بندہ دانشمندی و عقلمندی کا نشان بن جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

"الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا"۔ (۱۴)

ترجمہ: یعنی "وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمانوں و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔"

ترقی کا راز: مسلمانوں کی سماجی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کا راز قرآنی آیات میں غور و فکر کرنے اور انہیں اپنانے میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

آنکھوں کو عبادت میں سے انکا حق دو! عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ انکا عبادت

سے کیا حصہ ہے؟ فرمایا: قرآن مجید دیکھنا اور اس میں غور و فکر کرنا اور اس کے عجائبات سے نصیحت حاصل کرنا۔ (۱۵)

تدبر و تفکر کے زاویے: تدبر و تفکر کے زاویے درست ہونا لازم ہے۔ اور تدبر و تفکر کے زاویے کو اتباع رسول ﷺ سے ہی درست رکھا جاسکتا ہے۔ تدبر و تفکر اور سوچ کا محور و مرکز اگر بیت اللہ اور گنبد خضریٰ نہ رہے تو انسان ذھول بحر خود کو بھی بھول جائے گا۔ اسی لئے رب کریم نے فرمایا ہے:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ" (۱۶)

یعنی "تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انکو اپنے آپ سے غافل کردیا۔"

گویا سوچ کا قبلہ اور فکر کا کعبہ اگر درست سمت (قرآن و حدیث بیت اللہ و گنبد خضریٰ) نہ رہے تو شکستہ و بیمار افکار جنم لیتے ہیں جو معاشرے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

تدبر و تفکر کی فضیلت: انسان کا وجود باطنی نفس اور ظاہری بدن سے مرکب ہے۔ لہذا اسے چاہئے کہ انفس و آفاق اور مصائب و مشکلات میں غور و فکر کیلئے روحانی و قلبی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے تاکہ نتیجہ جلد اور پُر تاثیر ظاہر ہو۔ چنانچہ رب کریم فرماتا ہے:

"سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ" (۱۷)

ترجمہ: عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود انکی اپنی ذات میں بھی یہاں تک اُن پر واضح ہوجائے کہ یہی حق ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کفار کو اپنی قدرت دکھائیں گے شمس و قمر، نجوم، ریاح، مطار، جبال، بحار اور دیگر عجائبات اور انفس میں ان کی پہلی پیدائش، نطفہ، علقہ، مضغہ، عظاما، پھر پیٹ میں رہنے کی مدت، پھر نہایت ضعف کے ساتھ دنیا میں آنا، پھر قوت کا آنا وغیرہ چنانچہ علامہ شیخ احمد بن محمد الصاوی (متوفی ۱۲۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"لان حکمة هذه الآیات النظر، و التأمّل و الاعتبار، فمن اعتبر بهذه الآیات فقد سعد، ومن ترکه فقد شقی" (۱۸)

یعنی "ان آیات کی حکمت یہ ہے کہ غور و فکر، تامل و اعتبار کیا جائے تو جس نے ان آیات سے عبرت پکڑی وہ سعادت مند ہوا، اور جس نے ان آیات کو غور و فکر کیے بغیر ہی چھوڑ دیا تو وہ بد بخت ہوگا۔"

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کھانا اور پیا جاتا تو ایک ہی رستے سے ہے مگر پھر الگ الگ راستوں سے بر آمد ہوتا ہے۔ اختلاط نہیں ہوتا۔ اور ذرا آنکھ کو دیکھو کہ زمین سے پانچ سو سال کی دوری پر آسمان کو دیکھتی ہے۔ کان مختلف آوازوں کے درمیان فرق کرتا ہے۔ یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ (۱۹)

امام ابوجعفر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں:

"وخصّ به اهل الفکر، لانهم اهل التمییز بین الأمور و الفحص عن حقائق مایعرض من الشبهه فی الصدور" (۲۰)

یعنی "اس آیت کے ذریعے اللہ نے اہل فکر کو خاص کیا ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو امور شریعت میں تمیز کر سکتے ہیں اور دلوں میں پائے جانے والے شکوک و شبہات میں سے حق کو تلاش کر سکتے ہیں۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

"ولا عبادة کالتفکر". (۲۱)

"اور غور و فکر سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے۔"

نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"تفکّر ساعةٍ خیر مِنْ قیامِ لیلةٍ" (۲۲)

یعنی "ایک لمحہ کا غور و فکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے"۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"تفکر ساعة فی اختلاف اللیل و النهار خیر من عبادة ثمانین سنة". (۲۳)

یعنی "دن رات کے آنے جانے میں ایک ساعت فکر کرنا اسی سالہ عبادت سے بہتر ہے۔"

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"فِکْرَةُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّیْنَ سَنَةً"۔ (۲۴)

یعنی "ایک لمحے کا غور و فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

حضرت عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں نے ایک، دو یا تین سے نہیں بلکہ کئی اصحاب رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

"اِنّ ضیاء الایمان اَوْ نورَ الایمان التفکُّر". (۲۵)

یعنی "ایمان کی ضیا یا روشنی فکر ہے۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"الفکرة مرآة تُریک حسناتک و سیّاتک". (۲۶)

"غور و فکر اور مراقبہ ایک ایسا آئینہ ہے جو تیرے سامنے تیری برائیاں اور بھلائیاں پیش کردیگا"۔

ملتے رہیں گے خاک میں لیکن بطفیل فکر
اسرار کائنات پہ چھاتے رہیں گے ہم

حضرت سفیان عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"الفکرة نور یدخل قلبک"

یعنی "فکر ایک نور ہے جو تیرے دل میں داخل ہو جائے گا۔"

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اِذا المرء کانت لَهُ فِکْرَةٌ
ففی کُلِّ شیٔ لَهُ عِبْرَةٌ

یعنی "جس شخص کو فکر کی عادت لگ جائے اسے ہر شی میں عبرت نظر آتی ہے۔" (۲۷)

مومن کی فکر اسے خالق تک لے جاتی ہے جبکہ غیر مومن کی فکر مخلوق کی بناوٹ میں لے جاتی ہے۔ جس سے مادی ترقی تو ہو جاتی ہے مگر من کا اندھیرا نہیں مٹتا اور نہ ہی یقین کا چراغ روشن ہوتا ہے۔

کافر کے دل سے آیا ہوں یہ دیکھ کر فراز

خدا موجود ہے وہاں اسے پتا نہیں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

اہل عقل ہمیشہ ذکر کے ساتھ فکر کرتے رہتے ہیں اور فکر کے ساتھ ذکر کرتے رہتے ہیں۔ بالآخر ان کے دل بولنے لگتے ہیں تو وہ کلام حکمت کرتے ہیں۔ (۲۸)

حضرت عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"سألتُ أمَّ الدرداء ما كان أفضل عبادة أبي الدرداء؟ قالت: التفكر والاعتبار". (۲۹)

ترجمہ: "میں نے اُم درداء سے پوچھا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کی سب سے بہترین عبادت کیا تھی۔ فرمانے لگیں: غور و فکر اور عبرت پکڑنا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے:

"طوبىٰ لمن كان قيله تذكُّراً وصَمْتُه تفكُّراً ونظره عبراً". (۳۰)

ترجمہ: "خوشخبری ہے اس شخص کے لیے کہ جس کی بات چیت اللہ کا ذکر ہو اور جس کی خاموشی میں تفکر ہو اور جس کی نظر میں عبرت ہو۔"

ابن ابی دنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نُزهة المؤمن الفِكرُ * لذة المؤمن العِبَرُ (۳۱)

ترجمہ: یعنی "مومن کی تفریح فکر کرنا ہے اور مومن کی لذت عبرت پکڑنا ہے۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

خاموشی کے ذریعے کلام کرنے پر اور فکر کے ذریعے استنباط کرنے پر مدد حاصل کرو، کیونکہ حکمت درحقیقت فکر سے ہی ممکن ہے۔ (۳۲)

تفکر و تدبر کی دعوت !! اسلام اپنے ماننے والوں کو غور و فکر، تدبر و تفکر، سوچ و بچار کرنے اور عقل و خرد کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر دانش ور و دانشمند بننے کی نہ صرف دعوت دیتا ہے۔ بلکہ اس کے طریقے بتا کر مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فاعتبروا يا اولي الأبصار". (۳۳)

ترجمہ: یعنی "غور و فکر کرو اے عقلمندو!"

اس لئے کہ تفکر و تدبیر ہی ہدایت و حکمت کا راستہ کھول سکتی ہے۔ یہ آیت قیاس کی محکم دلیل ہے اور قیاس بھی غور و فکر، تدبر و اعتبار اور اجتہاد کا نام ہے۔

"فاعتبروا" امر کا صیغہ ہے، گویا اللہ کریم غور و فکر اور اجتہاد و اعتبار کا حکم ارشاد فرما رہا ہے۔ اب عقلمند وہی ہوگا جو اس حکم الٰہی پر عمل کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

"وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ". (۳۴)

ترجمہ: یعنی "وہ (اللہ) تمہارے دل میں رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی وسعتوں میں باریکی و نزاکتوں کا مطالعہ نہ کر سکو تو اپنے اندر ہی جھانک کر دیکھ لو۔ چنانچہ علامہ احمد بن محمد الصاوی لکھتے ہیں:

"افلا تبصرون جملة مُستانفة قصد بها الحثُّ على النظر والتأمل". (۳۵)

ترجمہ: یعنی "افلا تبصرون" جملہ مستانفہ ہے جس سے اللہ کریم نے اپنے بندوں کو دقت نظری سے مطالعۂ کائنات اور تامل (غور و فکر) کرنے پر ابھارا ہے"۔

رب کریم فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا". (۳۶)

ترجمہ: یعنی "اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہا کرو اور کہا کرو کہ ہماری طرف توجہ فرمائیے۔"

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں:

"قيل هو من نظر البصيرة والمراد به التفكر والتدبر فيما يصلح حال المنظور في أمره والمعنى تفكر في أمرنا" (۳۷)

یعنی "کہا گیا ہے کہ "انظرنا" کی درخواست کا مطلب ہے دل کی آنکھ سے دیکھنا۔ اور اس سے مراد تفکر و تدبر کرنا ہے۔ التجا کرنے والوں کے معاملات میں فکر کرنا اور ان کے مسائل کے بارے میں سوچنا اور حل کرنا تفکر و تدبر کہلاتا ہے۔"

اللہ کریم فرماتا ہے:

"فسيروا في الأرض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين". (۳۸)

ترجمہ: یعنی "زمین میں سیر و سیاحت کرو اور فکر کرو، عبرت حاصل کرو کہ جھوٹوں کا انجام کیا ہوا تھا۔"

شیخ احمد بن محمد الصاوی (متوفی ۱۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

"امر لأهل مكة بالسير، والنظر في احوال من تقدمهم"(۳۹)

ترجمہ: "اس آیت میں اہل مکہ کو سیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور گزرے ہوئے لوگوں کے حالات میں تفکر و تدبر کرنے کا کہا گیا ہے۔"

رب جلیل فرماتا ہے:

"اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرآن". (۴۰)

ترجمہ: "کیا وہ لوگ قرآن میں تدبر و تامل نہیں کرتے۔"

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

"دلت الآية على وجوب النظر والاستدلال". (۴۱)

یعنی "یہ آیت نظر و استدلال (تدبر و تفکر) کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔"

اللہ کریم کا ارشاد ہے:

"اُنْظُرُوا اِلىٰ ثَمَرِهٖ اِذَا اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ". (۴۲)

ترجمہ: "ہر ایک (درخت) کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل اٹھاتا ہے اور پھر پھل جب پکتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں (انظروا) کے معانی اعتبار و استدلال یعنی تفکر و تدبر ہے۔ یعنی غور و فکر کرو کہ کس طرح اللہ اپنی قدرت سے سوکھے اور نحیف نحیف درختوں سے پھل لاتا ہے اور پکاتا ہے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں:

"والمعنى انظروا نظر استدلال واعتبروا كيف اخرج الله تعالىٰ هذه الثمرة الرطبة اللطيفة من هذه الشجرة الكثيفة اليابسة"(۴۳)

"اور (انظروا) کے معنی ہیں غور و فکر اور استدلال و اعتبار کرنا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ تازہ اور لطیف کھجوریں اس کثیف اور سوکھے درخت سے نکالتا ہے۔"

قرآن کہتا ہے:

"اَفَلَا تَعْقِلُونَ". (۴۴)

ترجمہ: "تو کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔"

اس آیت کے ضمن میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

"كالبعث على التدبر في القرآن لانهم كانوا غفلاء لأن الخوض من لوازم الغفلة والتدبر دافع لذالك الخوض و دفع الضرر عن النفس من لوازم العقل فمن لم يتدبر فكانه خرج عن العقل." (۴۵)

ترجمہ: "گویا کہ قرآن میں تدبر و تفکر پر اُبھارا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ غافل تھے اور مشغولیت غفلت کے لوازمات میں سے ہے اور تدبر اس مشغولیت کو دور کرتا ہے اور نفس کو ہر طرح کے خطرات و نقصانات سے بچانا عقل کے لوازمات میں سے ہے تو جو کوئی تدبر نہیں کرتا وہ عقل کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔"

خلاصہ: رب کریم چاہتا ہے کہ تمام لوگ ادراک و شعور سے کام لیں اندھے اور آنکھیارے، جاہل اور عالم، دوست اور دشمن، حلال اور حرام میں تمیز کریں اور کوئی بھی شخص بے خبر نہ رہے۔ کیونکہ جہالت و لاعلمی اور غفلت و بے خبری انسان کو ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد کردے گی۔ اسی لئے قیامت تک یہ صدائے حرم گونجتی رہے گی۔

اَفلا تتفكرون. (۴۶)

ترجمہ: کیا وہ تفکر نہیں کرتے!

اَفلا تعقلون. (۴۷)

ترجمہ: کیا وہ عقل نہیں رکھتے!

اَفلا يتدبرون. (۴۸)

ترجمہ: کیا وہ تدبر نہیں کرتے!

اس مجموعہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے:

"اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ". (۴۹)

یعنی" بے شک اس میں آنکھ والوں (دیکھنے والوں) کیلئے عبرت ہے۔"

پھر فرمایا:

"اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ". (۵۰)

ترجمہ: "بے شک اس میں عقل سے کام لینے والوں کیلئے نشانیاں ہیں"۔

اور پھر فرمایا:

"اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ". (۵۱)

ترجمہ: "بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔"

مزید ارشاد فرمایا:

"هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ". (۵۲)

ترجمہ: "ہدایت و نصیحت تو عقل والوں کیلئے ہے۔"

اس کا مطلب ہوا کہ ہدایت و نصیحت قبول کرنے اور واقعات و حادثات سے عبرت حاصل کرنے کیلئے بھی غور و فکر اور سوچ و بچار کی ضرورت ہے۔ یہی فکری ایمان و عقیدہ ہی انسان کی اصلاح و فلاح کا ضامن ہے۔ نقل کسی مسلمان کے ہاں جنم لے لیا ہدایت و نصیحت پانے اور عقل مند ہونے کی نشانی نہیں ہے۔

غور و فکر کہاں کیا جائے؟ اسلام نے نہ صرف ہمیں غور و فکر کی دعوت دی ہے بلکہ ہمیں غور و فکر کے مواقع بھی سمجھا دیئے ہیں چنانچہ فرمان رسول ﷺ ہے:

عن عبداللہ بن سلام قال: "خرج رسول اللّٰہ علی اصحابہ وھم یتفکرون فقال: لاتفکروا فی اللّٰہ تعالٰی ولکن تفکروا فیما خلق". (۵۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام سے اصبہانی نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "نبی ﷺ اپنے صحابہ کے پاس آئے اور وہ غور و فکر میں مشغول تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی ذات میں غور و فکر نہ کرو بلکہ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اس میں غور و فکر کرو۔"

گویا نبی ﷺ نے مخلوق کے اندر غور و فکر کا حکم دے کر شعور کو تازگی اور فکر کو بالیدگی عطا کر کے جدید سائنس کا دروازہ کھول دیا۔ آج مخلوقات میں غور و فکر کے نتائج و ثمرات ہمارے سامنے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا اور پھر غور و فکر کرتے ہوئے بولا:

"واللّٰہ انی لأعلم ان لک ربّاً وخالقاً اللّٰھم اغفرلی فنظر اللّٰہ تعالٰی لہ فغفرلہ". (۵۴)

ترجمہ: "اللہ کی قسم مجھے یقین ہے تمہارا بھی کوئی پالنے والا اور پیدا کرنے والا ہے۔ اے اللہ میری مغفرت فرما!!! تو اللہ نے اس پر نگاہ لطف و کرم ڈالی اور اسے بخش دیا۔"

گویا مخلوقات کی چمک دمک، بناوٹ، سجاوٹ اور حسن و جمال اور ہنر و کمال میں ہی گم نہیں ہوجانا چاہئے بلکہ ان کی صفات میں غور و فکر کرتے ہوئے انکے خالق و مالک تک پہنچ جانا چاہئے۔

علامہ اقبال نے بھی کہا تھا:

کافر انفس و آفاق میں ہے گم
اور انفس و آفاق ہیں مسلمان میں گم

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن حضرت سہل بن علی کو دیکھا کہ وہ ساکن اور غور و فکر کر رہے ہیں فرمایا: کہاں تک پہنچے ہو؟ کہا: پل صراط تک۔

گویا وہ غور و فکر کے ذریعے آخرت کی منزلیں ناپ رہے تھے۔ اور سوچتے سوچتے پل صراط تک جا پہنچے تھے۔ معلوم ہوا کہ اپنی آخرت اور انجام کے متعلق غور و فکر کرنا چاہئے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز اس میں چھپا ہے۔

حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

آنکھ کو رونے اور دل کو غور و فکر کرنے کا عادی کرو۔ اور دنیا میں غور و فکر آخرت سے حجاب اور اہل اللہ کیلئے عذاب ہے آخرت میں غور و فکر حکمت دیتی اور دل زندہ کرتی ہے۔

گویا دنیا میں غور و فکر آخرت سے غافل کر کے مخلوقات میں مشغول کرسکتا ہے جو اللہ

کے ماننے والوں کیلئے عذاب ہے، لہٰذا دنیا میں غور وفکر نہ کرو، آخرت میں غور وفکر سے دانائی و حکمت ملتی اور دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ حکمت و دانائی دنیا و آخرت میں عزت و عظمت عطا کرتی ہے۔ لہٰذا آخرت میں غور وفکر کرکے زندہ و جاوید ہو جاؤ!!

حضرت ابو شریح رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے۔ اچانک بیٹھے، کمبل اوڑھا اور رونے لگے۔ ان سے اس عمل کا سبب پوچھا گیا تو بولے میں نے عمر گزر جانے، کم عمل کرنے اور موت کے قریب ہونے پر غور کیا تھا تو یہ حالت ہوگئی۔ (۵۵)

گویا آخرت، موت، عمر کے مسلسل گھٹنے پر غور کرنے سے انسان ظلم و تعدی اور ناانصافی و استحصال جیسے کبیرہ گناہ سے بچتا ہے اور عاجزی و ندامت، احسان مندی و مہلت کے تصور سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آخرت، موت اور عمر رفتہ پر غور وفکر کرو۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

لو تفکر الناس فی عظمة الله تعالیٰ لما عصوہ. (۵۶)

کہ اگر لوگ عظمت الٰہی میں غور وفکر کریں تو اللہ کی نافرمانی نہ کریں۔

گویا گناہ اور نافرمانی سے بچنے کیلئے عظمت الٰہی میں غور وفکر کرنا چاہئے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

سب سے عمدہ اور بلند پایہ مجلس وہ ہے جو میدان توحید میں فکر کے ساتھ ہو۔ (۵۷)

فرمان الٰہی ہے:

"سنریهم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق". (۵۸)

ترجمہ: "عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں اور خود ان کے اپنے وجود میں یہاں تک کہ وہ مان لیں گے کہ یہی حق ہے۔"

آفاق اُفق کی جمع ہے جس کا معنی ہے کنارہ گویا آسمان و زمین کے قلابے ملنے کی جگہ اُفق کہلاتی ہے۔ اُفق بلندی یا بلند کنارے کو کہتے ہیں۔ وہاں شمس و قمر، نجوم، ہوا، بارش، پہاڑ، دریا اور دیگر عجائبات غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں اور مظاہر فطرت (انفس) یعنی اُسکے وجود میں اسکی پیدائش کے مختلف مراحل، مثلاً نطفہ، علقہ، مضغہ اور عظام پھر پیٹ میں رہنے کی مدت،

پھر نہایت صنعت کے ساتھ دنیا میں آنا اور پھر لحہ بالحہ قوت و زور میں آنا۔ پھر کھانے اور پینے کا ایک ہی راستے سے اندر جانا اور الگ الگ راستوں سے خارج ہونا۔ آنکھ زمین سے پانچ سو سال کی دوری پر آسمان کو دیکھ سکتی ہے۔ کان مختلف آوازوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ یہ سب غور وفکر کی ہی دعوت دے رہے۔ (۵۹)

مگر لوگ غور وفکر سے غافل ہیں۔ ورنہ معرفت الٰہی کا چراغ جل چکا ہوتا۔ چنانچہ شیخ احمد بن محمد الصاوی (۱۱۷۵ھ-۱۲۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"لأن حکمة هذہ الآیات النظر، والتامل، والاعتبار فمن اعتبر بهذه الآیات فقد سعد ومن ترکه فقد شقی". (۶۰)

اس لیے کہ ان آیات کی حکمت یہ ہے کہ غور وفکر، سوچ بچار اور خوب مغز ماری (دقت نظری سے مطالعہ کرنا) سے کائنات اور انسانی وجود کا مطالعہ کرنا تو جس نے بھی تحقیق و ریسرچ کی اور دقت نظری سے گہرا مطالعہ کیا تو وہ سعادت مند ہوں گے (کامیابیاں پائیں گے) اور جو آفاق و انفس میں تحقیق و ریسرچ سے جی چرائیں گے اور دقت نظری سے مطالعہ نہیں کریں گے۔ وہ بدبخت رہیں گے (کبھی ترقی نہ کرسکیں گے)۔

گویا انفس و آفاق میں تحقیق و ریسرچ اور عمیق و گہرا مطالعہ ہی ترقی کے راستے کھولتا ہے۔ جس کی مثال یورپ کی ترقی ہے اور مسلمانوں کی پسماندگی ہے۔

وفی انفسکم افلا تبصرون. (۶۱)

ترجمہ: اپنی حس و حرکات اور حیات میں غور کرو۔

اپنے اطراف و اکناف اور اردگرد کے ماحول میں غور کرو شاید اختلاف زبان و صورتیں، رنگ و طبائع کے اختلافات کے عجائب و غرائب تمہارے اندر معرفت الٰہی کے چراغ روشن کردیں تو کیا تم غور نہیں کرو گے؟ (حاشیۃ الصاوی جلد رابع۔ ذاریات۔ ۲۱)

وان لکم فی الأنعام لعبرة. (۶۲)

ترجمہ: "تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت ہے۔"

اس کا مطلب ہے کہ ذرا تفکر و تدبر سے کام لو تاکہ تم جان لو کہ اتنے گراں ڈیل اور

چاتور جانور بھی تمہارے لئے اللہ نے مسخر کر دیئے ہیں تاکہ حضرت انسان غور کرے اور اللہ کے سامنے جھکا رہے۔

تفکر و تدبر کا حصول: تفکر و تدبر اگر کسی عادت و خصلت کا نام ہے تو سوال یہ ہے کہ کس طرح کوئی شخص اس عادت کو اپنا سکتا ہے؟ اور اگر تفکر و تدبر اللہ کی نعمت اور خداداد صلاحیت ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کوئی شخص یہ صلاحیت کب اور کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

چنانچہ ان سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:

''تفکر ذکر پر دوام اور ثابت قدمی سے نصیب ہوتا ہے جو متنبہ کرتا ہے کہ عقل ہدایت کیلئے کافی نہیں ہے۔ نہ ہی عقل ذکر الٰہی کے نور سے منور ہوگی بلکہ تفکر کے حصول کیلئے ذکر کے ساتھ رجوع الی اللہ اور شریعت کی رعایت رکھنا بھی ضروری ہے، کیونکہ شریعت کی مخالفت پہ کمربستہ عقل نے گمراہی کا لباس پہن رکھا ہوتا ہے، سو اس طرح کی عقل سے تفکر و تدبر کرنا سوائے گمراہی کے کچھ نہیں لاتا ہے۔(۶۳)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"یا ابن آدم، کُلْ فی ثلث بطنک واشرب فی ثلثۃ ودع ثلثۃ الآخر تتنفس للفکرۃ".(۶۴)

ترجمہ: ''اے ابن آدم! پیٹ کا تیسرا حصہ کھایا کر اور تیسرا حصہ پانی پی اور دوسرا تہائی حصہ خالی چھوڑ دے تاکہ وہ تفکر و تدبر کی کوشش کرے۔''

گویا تفکر و تدبر کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ کم کھایا جائے اگر زیادہ کھانا کھایا گیا تو خمار چھایا رہے گا جو سستی و کاہلی کا باعث ہوتا ہے اور فکر کو ناکارہ کر دیتا ہے۔

حکیم لقمان کا قول ہے:

"إن طول الوحدۃ ألھم للفکرۃ، وطول الفکرۃ دلیل علی طرق باب الجنۃ".(۶۵)

ترجمہ: ''بے شک طویل تنہائی فکر کی طرف متوجہ کرتی ہے اور طویل فکر جنت کے راستوں کی نشاندہی کرتی ہے۔''

گویا کسی گوشہ عافیت میں طویل تنہائی کی مشق سے تفکر و تدبر کی صلاحیت حاصل ہوتی

ہے۔ جو بالآخر جنت کے دروازے پر لاکھڑا کرتی ہے۔

حضرت صوفی رب نواز لکھتے ہیں:

تفکر، کثرت ذکر و مجاہدہ اور مراقبہ و محاسبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جو راہ سلوک وا کرتے ہوئے ولایت کبریٰ کے مقام تک لیجاتا ہے۔ تفکر و تدبر کی عادت، اطاعت و عبادت، استقامت اور علم و حکمت کی بنیاد ہے۔ صالحین کی صحبت سے بھی فکر جاگتی ہے۔ سوچ کی گرہیں کھلتی ہیں اور معرفت حق کی کلیاں کھلتی ہیں۔

بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے تو بھی اپنے مقدر کا ستارہ پہچان

ہماری سوچ کا مرکز گنبد خضریٰ اور فکر کا محور بیت اللہ ہونا چاہیے۔ ہمارے تفکر و تدبر کا منبع و مبداء محبت رسول ﷺ ہونا چاہے تو ان شاء اللہ العزیز دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں کامیابی ہوگی۔(۶۶)

حوالہ جات

۱۔ ابن منظور افریقی۔ لسان العرب۔ باب الفاء۔ ص ۲۹۳، دار الاخیار۔ ریاض۔ طبع جدید۔ ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
۲۔ لسان العرب۔ ص ۲۲۸
۳۔ السید الشریف ابو الحسن علی بن محمد بن علی۔ التعریفات۔ باب الفاء۔ ص ۶۷۔ دار الکتب العلمیہ۔ الحسنی الجرجانی الحنفی متوفی ۸۱۶ھ۔ بیروت۔ طبع اولیٰ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
۴۔ السید الشریف ابو الحسن علی بن محمد بن علی۔ التعریفات۔ باب الفاء۔ ص ۶۷۔ دار الکتب العلمیہ۔ الحسنی الجرجانی الحنفی متوفی ۸۱۶ھ۔ بیروت۔ طبع اولیٰ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
۵۔ ایضاً   ۶۔ التعریفات ص ۶۷
۷۔ لسان العرب باب الدال ص ۲۷۷   ۸۔ التعریفات۔ ص ۵۸   ۹۔ التعریفات۔ ص ۵۸
۱۰۔ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) تفسیر خازن۔ ج ۱۔ ص ۳۳۲۔ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت۔ طبع اولیٰ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۱۱۔ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری۔ تفسیر الحسنات۔ ج ۱۔ ص ۲۹۴۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور
۱۲۔ حاشیہ صاوی۔ ج ۱۔ ص ۲۶۱

۱۳۔ تفسیر کشاف۔ ج۔ ۱ص ۳۴۷۔ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء

۱۴۔ آل عمران۔ ۱۹۱　۱۵۔ مکاشفۃ القلوب ص ۳۷۸　۱۶۔ حشر۔ ۱۹　۱۷۔ حم سجدہ۔ ۵۳

۱۸۔ حاشیہ الصاوی۔ ج۔ ۴ الف۔ ص ۲۱۷　۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ تفسیر طبری۔ ج۔ ۱۵۔ آیت۔ ۴۴۔ ص ۵۷۔ تحقیق احمد محمد شاکر۔ مؤسسۃ الرسالۃ۔ ۲۰۰۰ء

۲۱۔ بیہقی۔ فی شعب الایمان حدیث ۴۶۲۸　۲۲۔ تفسیر قرطبی۔ ج۔ ۴۔ ص ۳۱۴

۲۳۔ تفسیر روح المعانی۔ ج۔ ۳ ص ۳۶۷　۲۴۔ تفسیر روح المعانی۔ ج۔ ۳ص ۵۰۲

۲۵۔ تفسیر روح المعانی۔ ج۔ ۳ص ۵۰۲

۲۶۔ ابن کثیر القرشی۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۲۔ ص ۱۸۴۔ تحقیق۔ سامی بن محمد سلامہ۔ دار طیبہ طبع ثانی۔ ۱۹۹۹ء

۲۷۔ ایضاً۔ ص ۱۸۴

۲۸۔ امام محمد بن محمد الغزالی۔ مکاشفۃ القلوب ص ۳۸۰۔ مکتبہ اسلامیات اندرون دہلی دروازہ۔ لاہور

۲۹۔ روح المعانی۔ ج۔ ۳ص ۵۰۲　۳۰۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۲ص ۱۸۴

۳۱۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۲ص ۱۸۵　۳۲۔ مکاشفۃ القلوب۔ ص ۳۸۰

۳۳۔ حشر۔ ۲　۳۴۔ ذاریات۔ ۲۱　۳۵۔ حاشیہ الصاوی۔ جلد رابع۔ ذاریات۔ ۲۱

۳۶۔ بقرہ۔ ۱۰۴　۳۷۔ روح المعانی۔ ج اول۔ ص ۵۷۸۔ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت ۱۹۹۹ء

۳۸۔ نحل۔ ۳۶　۳۹۔ حاشیہ الصاوی۔ جلد ثانی۔ ص ۲۶۷۔ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت ۲۰۰۲ء

۴۰۔ سورۃ نساء۔ ۸۲　۴۱۔ تفسیر کبیر۔ مجلد الخامس۔ ص ۱۵۷۔ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت۔ ۲۰۰۲

۴۲۔ سورۃ الانعام۔ ۹۹　۴۳۔ تفسیر الخازن۔ مجلد ثانی۔ ص ۱۴۰۔ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت طبع اولیٰ ۲۰۰۴ء

۴۴۔ سورۃ الانبیاء　۴۵۔ تفسیر کبیر۔ مجلد حادی عشر۔ ص ۱۴۳۔ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت۔ ۲۰۰۴ء

۴۶۔ انعام۔ ۵۰　۴۷۔ انبیاء۔ ۱۰　۴۸۔ محمد۔ ۲۴　۴۹۔ آل عمران۔ ۱۳　۵۰۔ النحل۔ ۶۷

۵۱۔ النحل ۶۹　۵۲۔ مؤمن۔ ۵۴　۵۳۔ روح المعانی ۴ ص ۵۰۱

۵۴۔ تفسیر کشاف۔ ج۔ ۲،۱ ص ۳۲۷　۵۶۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۲۔ ص ۱۸۵

۵۵۔ مکاشفۃ القلوب۔ ص ۳۷۹　۵۷۔ مکاشفۃ القلوب ص ۳۷۸ تا ۳۸۰

۵۸۔ حم سجدہ۔ ۵۳　۵۹۔ حاشیہ الصاوی۔ جلد ۴ حم سجدہ۔ ۵۳

۶۰۔ ایضاً۔ فصلت　۶۱۔ سورۃ الذاریات۔ ۲۱

۶۲۔ النحل۔ ۲۶　۶۳۔ روح المعانی۔ جلد ۲۔ ص ۵۰۲

۶۴۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۲۔ ص ۱۸۵ النساء۔ ۱۹۱　۶۵۔ ابن جریر طبری۔ تفسیر طبری۔ ج۔ ۱۵ص ۵۷

۶۶۔ کنز العرفان۔ ص ۱۳۱۔ دربار عالیہ گھکول شریف۔ کوہاٹ

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۹، شمارہ ۱۷، جنوری تا مارچ ۲۰۱۲ء

مدارس ہائے نظامیہ

(اصفہان، مرو، موصل، آمل، بصرہ، ہرات، بلخ،[*] جزیرہ ابن عمر، خرگرد، رے)

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

Abstract

Madaris had played significant role in Muslim educational and cultural history. Madaris-e-Nizamia are the great Muslim educational institutions founded by Seljuk's Prime Minister Khwaja Nizam al-Mulk al-Tusi , in several cities of the state.

These Madaris gave enormous scholars to Islamic world whose intellectual works are still benefiting Islamic world.

Present article shed the light on the history of Madaris-e-Nizamiyah Isfahan, Marw, Aamul, Basra, Hirat, Balkh, Jazera Ibn Umar, Khirgard (Khwaf) and Rey and also stated the life of some of the teachers and students of these Madaris.

نظام الملک طوسی نے اپنے عہد وزارت میں جو مدرسے قائم کیے وہ سب نظامیہ کہلائے اور اپنے شہروں کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد(۱) ان مدارس میں سب سے اہم اور عظیم الشان مدرسہ تھا۔ دوسرا اہم مدرسہ، مدرسہ نظامیہ نیشاپور(۲) تھا جس کا تذکرہ گزشتہ مقالہ میں کیا جاچکا ہے۔

سلجوقی سلطنت کا کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جس میں نظام الملک نے مدرسہ قائم نہ کیا ہو۔ اس سلسلے میں درج ذیل گیارہ شہروں کے نام ملتے ہیں جہاں مدارس نظامیہ قائم تھے:

نیشاپور، بغداد، اصفہان، آمل طبرستان، بصرہ، بلخ، جزیرہ ابن عمر،

خرگرد (خواف)، مرو، موصل اور ہرات (۳)

اس مقالہ میں ہم ان مدارس ہائے نظامیہ (ماسوا نظامیہ نیشاپور و بغداد) کا تذکرہ کریں گے جو عموماً پردۂ اخفا میں رہے اور تاریخ میں ان کے حالات پر بہت کم روشنی ڈالی گئی۔

<u>نظامیہ اصفہان</u>

اصفہان، عراق عجم (ایران) کا ایک ممتاز شہر ہے۔ چوتھی صدی ہجری میں اصفہان شیعی مذہب کے امراء کا مرکز حکومت بنا۔ آل زیاد اور آل بویہ نے اسے اپنا مستقر بنایا۔ سلاجقہ کے زمانے میں اصفہان عالم اسلام کا سیاسی مرکز اور اس زمانہ کے دنیا کے بڑے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔ مشہور ایرانی شاعر اور سیاح ناصر خسرو، جس نے سلجوقی حکومت کے آغاز میں اصفہان کی سیر کی تھی، لکھتا ہے:

> ''میں نے فارسی بولنے والوں کے پورے علاقے میں اصفہان سے بڑھ کر صاف، بڑا اور آباد شہر نہیں دیکھا۔'' (۴)

ابن بطوطہ اصفہان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> '' اپنی آبادی، رونق، ثروت اور خوبیوں کے باعث اصفہان مشہور آفاق تھا۔ چنانچہ اس کا نام ہی 'اصفہان نصف جہان' پڑ گیا تھا۔ یعنی جس نے اصفہان کی سیر کرلی، اس نے آدھی دنیا کی سیر کرلی۔ (۵)

اصفہان، سلجوقیوں کے دور میں ایک اہم علمی و ادبی مرکز رہا۔ تین عظیم سلجوقی

بادشاہوں یعنی طغرل بیگ، الپ ارسلان اور ملک شاہ سلجوقی کے عہد حکومت اور خواجہ نظام الملک کے دور وزارت میں اصفہان نے نمایاں ترقی کی۔ ملک شاہ سلجوقی نے اصفہان کو اپنا مستقر حکومت بنایا اور مشہور مدرسہ ملک شاہی کی بنیاد رکھی۔خواجہ نظام الملک نے مدرسہ نظامیہ قائم کیا جو اہمیت میں نیشاپور کے بعد آتا تھا۔خواجہ نےخجندی خاندان کے افراد کو شہر کی مذہبی سرداری اور مدرسہ نظامیہ میں تدریس پر مقرر کیا۔(۶)

ذوق تعمیر میں سلجوقی بہت ممتاز تھے، اس لیے نظام الملک کی تعمیرات بھی عجائبات میں شمار کی جاتی ہیں۔ اس کی مثال نظامیہ اصفہان میں ایک مینارہ کا زینہ تھا، چنانچہ مینارہ پر جانے کے لیے اگر بیک وقت تین آدمی اس کی تین سیڑھیوں پر چڑھتیں تو مینارہ کے اوپر پہنچنے تک ان میں سے کوئی دوسرے کو نظر نہیں آتا تھا۔(۷)

مدرسہ نظامیہ اصفہان اپنے معروف مدرس صدرالدین خجندی کے نام پر "صدریہ" کے نام سے مشہور ہوا۔(۸)خجندی خاندان، اصفہان کے سربرآوردہ شافعیہ میں سے تھا۔ اس خاندان کے کئی افراد مدرسہ نظامیہ بغداد میں بھی منصب تدریس پر فائز ہوئے۔جن میں سے بعض کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں:

محمد بن ثابت بن الحسن بن علی بن ابوبکر خجندی: محمد بن ثابت بن الحسن بن علی بن ابوبکر خجندی کو نظام الملک نے مرو سے اصفہان بلایا۔(۹) اور نظامیہ اصفہان میں منصب تدریس سونپا۔آپ کا شمار اصفہان کے آخر علماء میں ہوتا تھا۔ اطراف و اکناف کے لوگ نظامیہ اصفہان کے لیے رخت سفر باندھ کر حاضر ہوتے اور آپ سے کسب علم کرتے۔آپ "روضۃ المناظر و زواھر الدرر" کے مولف ہیں۔۴۸۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۰)

احمد بن محمد بن ثابت ابن الحسن ابوسعد خجندی: احمد بن محمد بن ثابت ابن الحسن ابوسعد خجندی، نظامیہ اصفہان کے طالب علم تھے۔آپ نے اپنے والد امام ابوبکر خجندی اصبہانی سے فقہ سیکھی اور بغداد میں کئی بار نظامیہ کی تدریس سنبھالی۔ ۵۳۱ھ میں نوے سال کی عمر میں آپ نے اصفہان میں وفات پائی۔(۱۱)

ابوعلی اصفہانی: ابوعلی اصفہانی، حسن بن سلیمان بن فتح نہروانی، نظامیہ اصفہان میں

آپ نے فقہ پڑھی۔(۱۲)۵۲۱ھ میں آپ نے نظامیہ بغداد میں منصب تدریس سنبھالا اور اپنی وفات تک یعنی شوال ۵۲۵ھ تک اس پر برقرار رہے۔(۱۳)

الحسن بن محمد بن الحسن المعروف شیخ فخرالدین ابوالمعالی: آپ نے آل خجند کی نیابت میں نظامیہ اصفہان میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔آپ کا انتقال ۵۵۹ھ میں ہوا۔(۱۴)

قاضی ارجانی: قاضی احمد بن محمد ارجانی، اہواز کے ایک قصبہ ارجان کے رہنے والے تھے۔آپ نے نظامیہ اصفہان میں تعلیم حاصل کی اور منصب قضا پر فائز ہوئے۔(۱۵)

ابوالعباس احمد بن سلامہ ابن عبداللہ الرطبی: آپ نے نظامیہ بغداد میں ابو اسحاق شیرازی اور ابن صباغ سے اور نظامیہ اصفہان میں ابوبکر خجندی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۵۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۶)

نظامیہ اصفہان کا کتب خانہ: مدرسہ نظامیہ اصفہان میں ایک بڑا کتب خانہ بھی موجود تھا جو ایک وسیع مدرسہ کی ضروریات کے مطابق تھا۔عماد کاتب اصفہانی اور جمال الدین گنگلی نے اس کتاب خانے کے لیے مختص لائبریرین اور اس کی نفیس کتابوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔(۱۷)

اوقاف: مدرسہ نظامیہ اصفہان کے لیے دس ہزار دینار کی جاگیر اور جائداد وقف تھی۔(۱۸)

<u>**نظامیہ مرو**</u>

نیشاپور اور اصفہان کے بعد مرو کا درجہ ہے۔ یہ شہر مرو شاہجہاں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ مرو کا تاریخی شہر اسلامی علوم و معارف کی تاریخ میں ایک ممتاز مقام کا حامل ہے۔ عہد اموی میں خراسان کا مرکز یہی شہر تھا۔عباسی دعوت کا مرکز بھی مرو ہی تھا۔ اس قدیم شہر نے چھ صدیوں سے زیادہ عرصہ تک فارسی اور عربی علم و ادب کی جو خدمت کی، اس نے اس شہر کو اسلامی علوم و معارف کے ایک پر رونق مرکز کے طور پر ہمیشہ کے لیے مشہور کردیا۔

عباسی خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں ابتداً دارالسلطنت رہا۔ سلجوقی دور میں ممتاز مقام اور نمایاں رونق و شان حاصل کی۔طغرل بیگ کے بھائی چغری بیگ داؤد کا پایہ تخت بھی یہی شہر تھا۔چغری بیگ کے بعد اس کا بیٹا الپ ارسلان مرو ہی کا حاکم تھا۔ یہیں نظام الملک نے اس کی ملازمت اختیار کی تھی۔ گویا خواجہ نظام الملک کی بلند اقبالی کا نقطہ آغاز بھی مرو ہی تھا۔آخر

آخر میں سلطان سنجر سلجوقی کا دارالحکومت بھی یہی تھا۔

بالخصوص سنجر سلجوقی کے نسبتاً طویل دور میں مرو کا شمار اہم علمی مراکز میں ہونے لگا اور شرق اسلام کے بہترین حصہ کی فرماں روائی کا مرکز بنا۔ سلطان سنجر کو اس شہر سے خاص تعلق و وابستگی تھی۔ اپنی وسیع و عریض سلطنت کے باوجود اس نے مرو کو تمام شہروں پر ترجیح دی اور آخر دم تک وہ اس شہر میں رہا۔(۱۹)

مرو میں مدارس، علمی مجامع، اور اہم کتب خانوں کی موجودگی، گویا علم و ادب کے پیاسوں کے لیے اس میں سیرابی کا کافی سامان تھا۔ مشہور اسلامی مورخ اور جغرافیہ دان یاقوت حموی نے ایک عرصہ تک اس شہر کے نفیس علمی خزانوں سے استفادہ کیا اور اس کے خرمن دانش کی خوشہ چینی کی ہے۔ جب اسے مغلوں کے قبضہ کے خطرہ کے پیش نظر اس شہر سے مجبوراً نکلنا پڑا تو اس نے مرو سے اپنی وابستگی اور گہرے تاثرات کو یوں بیان کیا:

> "۶۱۶ھ میں مجھے مرو شہر چھوڑنا پڑا تو اس وقت یہ شہر اہم ترین علمی و سماجی مقام رکھتا تھا۔ میں تین سال تک اس شہر میں مقیم رہا ہوں اور اگر مغلوں کے حملہ کا خطرہ نہ ہوتا تو میں آخری سانس تک یہاں سے نہ نکلتا۔ اس شہر میں وقف کردہ کتابوں کے دس خزانے تھے کہ میں نے کتابوں کی بہتات اور خوبی کے لحاظ سے دنیا میں ان کی نظیر نہیں پائی۔ ان میں سے ایک خزانۃ الکتب نظام الملک حسن بن اسحاق تھا جو اس کے مدرسے میں تھا۔ ان کتب خانوں سے استفادہ بہت ہی آسان تھا۔ ان کتب خانوں کی دو سو سے زیادہ کتابیں جن کی قیمت دو سو دینار تھی۔ کسی زر ضمانت کے بغیر میرے گھر میں تھیں۔ میں جستجو و تحقیق سے ان کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا اور ان سے خوب استفادہ کرتا رہا۔ ان کتابوں کی محبت نے ہر شہر اور علاقے کو مجھ سے بھلادیا اور مجھے اہل و عیال سے بھی غافل کر دیا۔ اس کتاب (معجم البلدان) اور میری دیگر تصانیف کے مطالب دراصل ان نفیس خزانوں سے میری خوشہ چینی کے ثمرات

ہیں۔"(۲۰)

محرم ۶۱۷ھ کے اوائل میں مغلوں نے مرو شہر پر قبضہ کرنے کے بعد شہر کے چھوٹے بڑے تمام باشندوں کو تہ تیغ کر دیا اور کسی ایک کو بھی زندہ نہ رہنے دیا۔ اس کے بعد شہر کو آگ لگادی۔ خزانوں اور دفینوں کے لالچ میں قبروں کو اکھاڑا اور اسی طرح مسجدوں، انجمنوں، مدرسوں اور دیگر شاندار عمارتوں کو ویرانے میں تبدیل کر دیا۔(۲۱)

خواجہ نظام الملک مدارس نظامیہ کی تاسیس کے لیے جب کسی شہر کا انتخاب کرتا تھا تو ہر چیز سے زیادہ اس مقام کی علمی و سماجی حیثیت کو مدنظر رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ان مدارس میں سے ایک مرو میں بنایا جو خراسان کے بڑے شہروں میں سے ایک تھا اور علمی و ادبی رونق کا حامل تھا۔ نظامیہ مرو پانچویں صدی ہجری کے نصف دوم سے لے کر ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک قائم رہا۔(۲۲)

تاہم ہمیں اس مدرسہ کے کام کی کیفیت اور اس کے آغاز و انجام کے بارے میں تاریخی معلومات بہت ہی کم دستیاب ہیں۔ ذیل میں نظامیہ میں مقیم رہنے والے چند مدرسین اور طلباء کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

ابوالفتح اسعد بن ابی نصر بن ابی الفضل المیہنی: ابوالفتح اسعد بن ابی نصر بن ابی الفضل المیہنی، الفقیہ الشافعی، الملقب مجد الدین، آپ فقہ اور خلافیات میں سبقت کرنے والے امام تھے۔ آپ نے نظامیہ مرو میں فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر غزنی چلے گئے اور اس علاقے میں شہرت پائی اور آپ کے کمال کی خبر پھیل گئی۔ پھر آپ بغداد آئے۔

بغداد میں دو مرتبہ مدرسہ نظامیہ کی تدریس آپ کے سپرد کی گئی۔ پہلی مرتبہ ۵۰۷ھ میں، پھر ۱۸ شعبان ۵۱۳ھ میں آپ کو معزول کر دیا گیا۔ دوسری مرتبہ شعبان ۵۱۷ھ میں، پھر آپ اسی سال ذوالقعدہ میں العسکر شہر کی طرف چلے گئے اور لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ سے فائدہ اٹھایا۔ ۵۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۲۳)

ابوبکر السمعانی محمد بن منصور: ابوبکر السمعانی محمد بن منصور ابن محمد بن عبدالجبار، ادیب، شاعر اور فاضل آدمی تھے۔ آپ نے بہت سماع حدیث کیا، حدیث کا درس دیا اور نظامیہ بغداد

اور مرو میں وعظ کیا۔ نظامیہ مرو میں ۱۴۰ مجالس املاء کروائیں۔ آپ کو احادیث کی معرفت تامہ حاصل تھی۔ ۵۱۰ھ میں ۴۳-سال کی عمر میں مرو میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۴)

نظامیہ موصل

یہ مشہور ہے کہ دنیا کے بڑے شہر تین ہیں۔ نیشاپور جو مشرق کا دروازہ ہے، دمشق جو مغرب کا دروازہ ہے اور موصل جو مشرق و مغرب کی گزرگاہ ہے۔(۲۵) آغاز اسلام سے قبل، موصل میں ایک قلعہ اور اس کے پاس عیسائیوں کے چند معبد تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں یہ شہر کی حیثیت سے آباد ہوا۔ ہرثمہ بن عرفجہ نے اس کی بنیاد رکھی اور قبائل عرب کے متعدد محلے آباد کیے۔ ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔(۲۶)

نظام الملک نے یہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کے شیوخ میں درج ذیل افراد نمایاں ہیں:

ابوالعباس احمد بن نصر انباری: ابوالعباس احمد بن نصر انباری، علمائے موصل میں سے تھے۔ مذہب کی کامل معرفت رکھتے تھے۔ ابتداء میں بغداد میں منصب قضا کی نیابت کی، پھر موصل لوٹ گئے اور مدرسہ نظامیہ موصل میں تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۵۹۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۲۷)

ابوحامد محمد بن القاضی کمال الشہر زوری: ابوحامد محمد بن القاضی کمال الشہر زوری، الملقب محی الدین، آپ بغداد آئے اور شیخ ابومنصور بن الرزاز سے فقہ سیکھی اور ممتاز ہو گئے۔ پھر شام گئے، اور اپنے والد کی نیابت میں دمشق کے قاضی بنے، اس کے بعد حلب گئے اور وہاں بھی اپنے والد کی نیابت میں ماہ رمضان ۵۵۵ھ میں قاضی بنے۔

شعبان ۵۷۳ھ میں ملک صالح اسماعیل بن نور الدین حاکم حلب نے مملکت حلب کی تدبیر آپ کے سپرد کر دی۔ کچھ عرصے بعد آپ موصل چلے گئے، وہاں کے قاضی بنے، اور اپنے والد کے مدرسہ نظامیہ میں پڑھانے لگے۔ حاکم موصل عز الدین مسعود بن قطب الدین مودود بن زنگی کے دربار میں آپ کا بڑا رتبہ تھا۔ آپ حاکم موصل کی جانب سے کئی بار اس کے سفیر کی حیثیت سے بغداد گئے۔(۲۸)

آپ کی ولادت ۵۱۰ھ میں اور بعض کے قول کے مطابق ۵۰۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات ۱۴ جمادی الثانی ۵۸۶ھ کو بدھ کی صبح کاذب کے وقت موصل میں ہوئی۔ جبکہ بعض نے تاریخ وفات ۱۳ جمادی الثانی بیان کی ہے۔(۲۹)

نظامیہ آمل

آمل طبرستان کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ عہد سلاجقہ میں اسے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔(۳۰) طبرستان کا مشہور شہر آمل بھی نظام الملک کی فیاضیوں سے محروم نہ رہا اور یہاں بھی اس نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ سے درج ذیل نمایاں شخصیات وابستہ رہیں:

ابوالمحاسن الرویانی: عبدالواحد بن اسماعیل ابوالمحاسن الرویانی، آپ طبرستان کے باشندے تھے۔ آئمہ شافعیہ میں سے تھے۔ ۴۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ سفر اختیار کیا اور ماوراء النہر تک پہنچ گئے۔(۳۱) آپ اپنے زمانے میں، مذہب، اصول اور خلاف کے آئمہ میں سے تھے۔ آپ نے ابوالحسین عبدالغافر ابن محمد الفارسی سے میافارقین میں اور ابوعبداللہ محمد بن بیان بن محمد الکازرونی سے سماع کیا اور فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی۔ زاہر بن طاہر الشحامی وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کو بڑی عزت و جاہ حاصل تھی، نظام الملک طوسی آپ کے کمال فضل کی وجہ سے آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ آپ بخارا گئے اور مدت تک قیام کیا۔ غزنی اور نیشاپور آئے اور فضلاء سے ملاقات کی، ناصر مروزی کی مجلس میں حاضر ہوئے اور اس سے وابستہ ہو گئے اور حدیث کا سماع کیا۔ طبرستان میں مدرسہ آمل تعمیر کیا اور پھر ری منتقل ہو گئے اور وہاں پڑھایا۔(۳۲)

آپ نے مفید کتابیں تصنیف کیں، جن میں ''البحر فی الفروع'' بھی ہے جو غرائب وغیرہ کی جامع ہے۔ مثل مشہور ہے: ''حدث عن البحر ولا حرج'' یعنی البحر سے روایت کرو کوئی حرج کی بات نہیں۔ (۳۳)

آپ کی تصانیف میں ''مناصیص الامام الشافعی''، ''الکافی'' اور ''حلیۃ المومن'' ہے۔ آپ نے اصول اور خلاف کے متعلق بھی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کہتے تھے کہ اگر امام شافعی

کی کتب جل جائیں تو میں انھیں اپنے دل سے املا کرادوں گا۔(۳۴)

آپ ۵۰۲ھ میں جمعہ کے روز جو عاشورا کا دن تھا، جامع طبرستان میں مظلومانہ طور پر قتل کیے گئے۔ آپ کو طبرستان کے ایک باشندے نے قتل کیا۔(۳۵) جبکہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ آپ کو ۱۱ محرم ۵۰۲ھ کو جمعہ کے روز آمل کی جامع مسجد میں ملاحدہ نے قتل کیا۔(۳۶)

ابوجعفر الملا رزی محمد بن علی بن محمد: محمد بن علی بن محمد بن شہیر وز بن ماحیا الملا رزی الطبری ابوجعفر، الفقیہ الشافعی، آپ نے طبرستان میں فقیہ ابوالمحاسن الواحد بن اسماعیل رویانی سے، نیشاپور میں علی بن عبداللہ ابی صادق الحیری اور ابوبکر عبدالغفار بن محمد الشیروی سے، اور مکہ المکرمہ میں قاضی مکہ ابونصر عبدالملک بن ابی مسلم بن ابی نصر النہاوندی سے سماع کیا۔ پھر آپ بغداد آئے، نظامیہ میں قیام کیا اور اپنے وقت کے شیوخ سے بہت سماع کیا۔ آپ صادق، فاضل، متدین اور احسن طریق پر تھے۔ آپ نے اپنی کتابیں نظامیہ کو وقف کیں۔ ۵۱۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۳۷)

ہبۃ اللہ بن سعد رویانی: ہبۃ اللہ بن سعد رویانی، آمل طبرستان کے رہنے والے تھے۔ ابوالمحاسن رویانی کے پوتے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ آپ نے نظامیہ آمل میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۵۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۳۸)

<u>**نظامیہ بصرہ**</u>

عراق عرب میں بغداد کے بعد دوسرا اہم شہر بصرہ ہے۔ فاروق اعظمؓ کے عہد میں آباد ہوا۔ "بصرہ" کے لفظی معنی ہیں "سیاہ سنگریزے"۔ چونکہ یہاں ایسے سنگریزے تھے، لہٰذا یہ نام رکھ لیا گیا۔(۳۹) بصرہ ہی وہ مقام ہے جہاں عربی صرف و نحو نے جنم لیا۔ عربی علم عروض اور موسیقی کی بھی یہیں سے ابتداء ہوئی۔(۴۰)

بصرہ عہد اسلامی میں علم و فن کا ایک بڑا مرکز تھا۔ یہاں بھی نظام الملک نے مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس کی عمارت وسعت میں بغداد کے نظامیہ سے بڑی تھی۔ یہ مدرسہ حضرت زبیر بن العوامؓ کے مزار کے متصل تھا۔(۴۱) آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ( ) کے عہد میں یہ مدرسہ برباد ہوا اور اس کا تمام سامان بغداد منتقل ہوگیا۔(۴۲)

نظامیہ بصرہ کے شیوخ میں محمد بن قیان انباری قابل ذکر ہیں۔

محمد بن قیان انباری: مدرسہ نظامیہ بصرہ کے مدرسین میں سے ایک محمد بن قتان بن حامد بن طیب معروف بہ ابوالفضل انباری تھے۔ آپ نے نظامیہ بغداد میں شیخ ابو اسحاق شیرازی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور نظامیہ بصرہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۵۴۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۴۳)

<u>**نظامیہ ہرات**</u>

افغانستان کے حد شمالی پر ہرات واقع ہے۔ عہد سلجوقیہ میں یہ شہر صوبہ خراسان میں بہت مشہور تھا۔ ہرات کا شہر مغلوں کے حملہ سے پہلے خراسان کے چار بڑے اور عمدہ شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ یاقوت نے ۶۱۷ھ میں ہرات شہر دیکھا اور اسے خراسان کے اہم شہروں میں قرار دیا۔ وہ لکھتا ہے:

> "میں نے اس سے زیادہ صاف اور وسیع شہر نہیں دیکھا۔ خاص طور پر کہ یہ شہر علماء و فضلاء کے وجود سے پر تھا۔ مگر افسوس کہ کافر مغلوں نے ۶۱۸ھ میں اس پر حملہ کیا اور اسے ویران کر دیا۔"(۴۴)

خواجہ نظام الملک نے جب مدرسہ نظامیہ ہرات کی بنیاد رکھی تو منصب تدریس کے لیے محمد بن علی بن حامد (م ۴۹۵ھ) کو غزنین سے طلب کیا۔(۴۵) مدرسہ کے دیگر اساتذہ میں ابو سعد محمد بن یحیٰ معروف ہیں۔

ابو سعد محمد بن یحیٰ: ابو سعد محمد بن یحیٰ بن ابی منصور نیشاپوری، الملقب محی الدین، الفقیہ الشافعی، متاخرین کے استاد اور علم و زہد کے لحاظ سے ان میں یکتا تھے۔ آپ نے حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی اور ابوالمظفر احمد بن محمد الخوافی سے فقہ سیکھی، اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے مدرسہ نظامیہ نیشاپور اور نظامیہ ہرات میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔(۴۶)

نویں صدی ہجری کے مشہور شاعر، مصنف اور صوفی بزرگ مولانا عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) کی مدرسہ نظامیہ ہرات میں تحصیلات اس علمی و تعلیمی مرکز کی کارکردگی کے دوام پر دلالت کرتی ہیں جو چار صدیوں (یعنی ابتدائے قیام مدرسہ سے لے کر اس زمانہ تک) پر پھیلی

ہوئی ہیں۔(۴۷)

نظامیہ بلخ

بلخ،خراسان کا ایک قدیم شہر ہے۔ یہ شہر منگولوں کے حملے سے پہلے خصوصاً پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں علوم و معارف اسلامی کے بڑے مراکز میں سے ایک تھا۔ مدارس کے وجود اور علماء،شعراء و فضلاء کی کثرت نے اس شہر کو خاص رونق و اعتبار بخشا تھا۔(۴۸)

ابن حوقل شہر اور اس کے گرد و نواح کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ بہت پرانا شہر ہے اور ہمیشہ سے معروف ہے۔ سوداگر یہاں ہر طرف سے آتے اور ہر طرح کا سامان تجارت لاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کا علمی ذوق بہت بلند ہے اور انھوں نے اپنے آپ کو فقہ اور علمی مباحث میں ممتاز کیا ہے، چنانچہ ان میں سے بہت سوں کا شمار ناموروں میں ہے۔''(۴۹)

نظام الملک نے یہاں بھی مدرسہ نظامیہ قائم کیا۔ مدرسہ نظامیہ بلخ بہت مشہور ہوا اور صدیوں تک قائم رہا۔ نظامیہ بلخ کے اساتذہ میں سے بعض یہ ہیں:

ابو علی حسن بن علی وخشی بلخی: آپ حدیث و فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ خواجہ نظام الملک کی بلخ آمد پر ابو علی سے خواجہ کا تعارف ہوا۔ خواجہ نظام الملک نے انہیں مدرسہ میں بٹھایا اور سنن ابو داؤد اور دیگر کتب ان کے سامنے پڑھیں۔ خود ابو علی وخشی کا کہنا ہے کہ خدا نے خواجہ نظام الملک کو یہ توفیق بخشی کہ اس نے یہ مدرسہ بنایا، میں نے وہاں قیام کیا اور املائے حدیث میں مشغول ہوا۔(۵۰)

عبداللہ بن طاہر اسفرائنی: آپ آئمہ اصول و فروع میں سے تھے،صاحب جاہ و مال اور صاحب وجاہت و سخاوت تھے۔ آپ نے بلخ میں قیام کیا اور مدرسہ نظامیہ بلخ میں مدرس کے فرائض انجام دیے۔ ۴۸۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۱)

ابوالمحاسن محمد بن ابوالقاسم عبداللہ بن طاہر: آپ نے اپنے والد عبداللہ بن طاہر کی وفات کے بعد نظامیہ بلخ میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۵۰۲ھ میں آپ کا انتقال

ہوا۔(۵۲)

ابو حفص،عمر بن احمد بن لیث طالقانی: آپ بلخ کے صوفیاء و فقہاء میں سے تھے۔ آپ نے نظامیہ بلخ میں معید کے فرائض انجام دیے۔ ۵۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۳)

ابو سعد، آدم بن احمد بن اسد ہروی: آپ اہل ہرات میں سے تھے۔ آپ نے بلخ میں اقامت اختیار کی۔ نحویوں اور لغویوں سے مناظرے کیے۔ اچھے شاعر و ادیب تھے۔ نامور ادیب و شاعر رشید الدین وطواط نے نظامیہ بلخ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کی۔ ۵۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۴)

ابوالفتوح نصر اللہ بن منصور بن سھل الدوینی: آپ نظامیہ بغداد میں امام غزالی کے درس میں شریک ہوئے،(۵۵) پھر خراسان چلے گئے۔ جہاں نیشاپور اور مرو میں تعلیم حاصل کی، آخر کار بلخ پہنچے اور نظامیہ بلخ میں رہائش اختیار کر لی۔ ۵۴۶ھ میں وہیں آپ کا انتقال ہوا۔(۵۶)

رشید الدین وطواط، سعد الملک محمد بن محمد عبدالجلیل: رشید الدین وطواط، دربار آتسز خوارزم شاہ کا مشہور شاعر اور ادیب تھا۔ آپ نے نظامیہ بلخ میں ابو سعد، آدم بن احمد بن اسد ہروی سے تعلیم حاصل کی۔(۵۷)

نظامیہ جزیرہ ابن عمر

شہر موصل سے تین دن کی مسافت پر یہ جزیرہ واقع ہے۔ یہ جزیرہ حسن بن عمر بن خطاب تغلبی سے منسوب ہے۔(۵۸) بعد میں اس سے نسبت رکھنے والے علماء و ادباء ''جزری'' کہلائے۔ ''الکامل فی تاریخ'' کے مصنف علامہ ابن اثیر یہاں کے مشہور علماء میں سے تھے۔(۵۹)

جزیرہ کے صوبہ میں ''جزیرہ ابن عمر'' جیسے چھوٹے اور غیر اہم مقام پر بھی نظامیہ کی شاخ موجود تھی۔ ابو شامہ نے ''الروضتین'' میں لکھا ہے کہ'' نظام الملک کے قائم کے ہوئے مدرسے ساری دنیا میں مشہور ہیں،کوئی قریہ ایسا نہیں ہے جہاں اس نے مدرسہ قائم نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ جزیرہ ابن عمر میں بھی (جو دنیا کے آخری سرے پر واقع ہے اور اس کی آبادی بھی کم

ہے) ایک بڑا مدرسہ قائم ہے جو رضی الدین کے نام سے منسوب ہے"۔(۶۰)

یاقوت نے ابن اثیر کے علاوہ یہاں کے مشہور علماء میں سے دو کا تذکرہ کیا ہے، جو بغداد سے تحصیل علم کے بعد اپنی جائے پیدائش یعنی جزیرہ ابن عمر لوٹے اور درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ جن میں سے ایک ابوالقاسم عمر بن محمد بن عکرمہ الجزری (۵۶۰ھ) ہیں، جنہوں نے بغداد میں تعلیم حاصل کی اور پھر واپس لوٹ کر درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ دوسرے ابوطاہر ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الجزری (م ۵۷۷ھ) ہیں، جو ابن الشاشی کے اصحاب میں سے تھے۔(۶۱)

نظامیہ خرگرد (خواف)

خواف خراسان کا ایک وسیع علاقہ ہے جو نیشاپور کے قریب ہے۔ (۶۲) یہ دو سو دیہات اور تین شہروں سنجان، سیراوند، اور خرجرد (خرگرد) پر مشتمل ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت اس علاقے کی طرف منسوب ہے۔ ان میں سے ایک ابوالمظفر احمد بن محمد الخوافی (م ۵۰۴ھ) ہیں جو طوس کے قاضی اور امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی کے ساتھیوں میں سے تھے۔ (۶۳)

کسی بھی قدیم مصدر میں اس جگہ نظامیہ کے ہونے کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اس بارے میں صرف ایک معتبر ثبوت ہے اور وہ ہے مدرسہ کے خراب شدہ دیوان کا ایک حصہ اور منقش (اینٹوں کا بنا ہوا) کتبہ جو ابھی تک باقی ہے۔ (۶۴) کتبہ کا متن یوں ہے:

(حسن بن علی) "......بن اسحاق رضی امیر المومنین

اطال اللہ...."

نظام الملک کے نام کا پہلا حصہ "حسن بن علی" کتبہ سے گر چکا ہے۔ مذکورہ کتبہ آثار قدیمہ کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائیوں کے نتیجے میں مٹی کے تودوں کے نیچے سے ہاتھ لگا۔ یہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا اور ماہرین کی رائے کے مطابق ایک افتادہ دیوار سے الگ ہوگیا تھا۔ اسے ایران کے آثار قدیمہ کے عجائب گھر واقع تہران میں منتقل کردیا گیا۔(۶۵)

نظامیہ رے

اس کے باوجود کے رے عہد سلجوقی میں سیاسی وعلمی مرکز رہا، لیکن خواجہ نظام الملک

کے قائم کردہ نظامیہ رے کے بارے میں ہمیں معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کے مدرسین میں سے ایک ابوالقاسم مرو آبادی منصور بن طاہر بن عبداللہ تھے۔ آپ امام الحرمین الجوینی کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ نظام الملک نے آپ کو نظامیہ رے میں تدریس کے لیے بھیجا۔ ایک عرصے تک آپ نے رے میں قیام کیا۔ ۴۸۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۶۶)

حوالہ جات

۱۔ دیکھیے راقم کا مقالہ: مدرسہ نظامیہ بغداد کا علمی وفکری کردار (غیر مطبوعہ)، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، ۲۰۰۹ء، صفحات ۲۹۲

۲۔ دیکھیے: سہ ماہی التفسیر، ج ۲، ش ۱۶، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۵۳۔۶۹

۳۔ نور اللہ کسائی، ڈاکٹر، "مدارس نظامیہ و تاثیرات علمی و اجتماعی آن"، چاپخانہ سپہر، تہران، چاپ دوم، ۱۳۶۳، ص ۱۷

۴۔ ناصر خسرو، ابومعین حمید الدین، سفرنامہ ناصر خسرو، تہران، چاپ دوم، ص ۱۲۳

۵۔ ابن بطوطہ، "سفرنامہ ابن بطوطہ"، اردو ترجمہ: رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع اول، ۱۹۶۱ء، ص ۲۵۷

۶۔ جلال الدین ہمائی، "غزالی نامہ"، انتشارات فروغی، تہران، طبع دوم، ص ۱۵۰

۷۔ ظفر احمد پھلواری، "امام الحرمین عبدالملک جوینی"، مشمولہ: ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۸۰ء، ص ۴۱۷۔ بحوالہ: محاسن اصفہان، ص ۱۰۲

۸۔ جلال ہمائی، غزالی نامہ، ص ۱۵۰

۹۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ج ۸، ص ۲۱۹

۱۰۔ جلال ہمائی، غزالی نامہ، ص ۱۵۰

۱۱۔ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل ابن عمر بن کثیر، "البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ"، مطبعۃ السعادۃ مصر، ت ن، ج ۱۲، ص ۲۱۲

۱۲۔ ابن جوزی، عبدالرحمن، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن الطبعۃ الاولی، ۱۳۵۹ھ، ج ۱۰، ص ۲۲۵

۱۳۔ ابن اثیر، ج ۸، ص ۳۲۴۔۳۲۵

۱۴۔ السبکی، تاج الدین ابی النصر عبدالوہاب ابن تقی الدین: ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' طبع اول، مطبعہ حسینیہ مصر، س ن، ج ۷، ص ۲۴
۱۵۔ ابن خلکان، ابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر: ''وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان''، تحقیق: احسان عباس، ڈاکٹر، منشورات الرضی قم، ۱۳۶۴ھ، ج ۱، ص ۱۳۴
۱۶۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۲۰۵
۱۷۔ عماد اصفہانی، محمد بن محمد بن حامد، خریدۃ القصر و جریدۃ العصر، مصر، س ن، ج ۲، ص ۱۸۹
۱۸۔ جلال ہمائی، غزالی نامہ، ص ۱۵۰
۱۹۔ نوراللہ کسائی، مدارس نظامیہ، ص ۳۲۰
۲۰۔ یاقوت، شہاب الدین ابو عبداللہ حموی، معجم البلدان، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج ۵، ص ۱۱۴
۲۱۔ نوراللہ کسائی، مدارس نظامیہ، ص ۳۲۰ ۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ابن خلکان، ج ۱، ص ۲۰۷۔۲۰۸
۲۴۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۳۲۲
۲۵۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۳۹
۲۶۔ البلاذری، ابی الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ص ۳۳۱ تا ۳۳۲
۲۷۔ السبکی، طبقات شافعیۃ الکبریٰ، ج ۶، ص ۹۷
۲۸۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۳۳۶ ۲۹۔ ایضاً، ص ۳۳۷
۳۰۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۱، ص ۵۷
۳۱۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۷۰
۳۲۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۱۹۸
۳۳۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۷۱
۳۴۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۱۹۸
۳۵۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۷۱
۳۶۔ ابن خلکان، ج ۳، ص ۱۹۹
۳۷۔ صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک: ''الوافی بالوفیات''، دارالنشر شتائنر، ویسبادن آلمان، ۱۹۶۱ء، ص ۱۳۰

۳۸۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۶، ص ۳۳۶
۳۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور، طبع اول، ۱۹۶۹ء، ج ۲، ص ۵۴۸
۴۰۔ R. A. Nicholson, A Literary History of the Arabs, Cambridge University Press, 1962, p.343
۴۱۔ ذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، ''تذکرۃ الحفاظ، تجارب السلف''، مطبعہ معارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۳۳۔۱۳۳۴ھ، ص ۲۸۱
۴۲۔ عبدالرزاق کانپوری: ''نظام الملک طوسی''، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع دوم، ۱۹۹۰ء، ص ۵۳۶
۴۳۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۴۵
۴۴۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۲۷۱ ۴۵۔ عبدالرزاق کانپوری، نظام الملک طوسی، ص ۵۳۶
۴۶۔ ابن خلکان، ج ۲، ص ۲۲۳ ۴۷۔ نوراللہ کسائی، مدارس نظامیہ، ص ۳۳۶
۴۸۔ ایضاً، ص ۳۳۳ ۴۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲، ص ۹۵۷۔۹۶۰
۵۰۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۳۲۳ ۵۱۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۵، ص ۹۳
۵۲۔ الاسنوی، جمال الدین عبدالرحیم، طبقات الشافعیۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۹۸۷ء، ج ۱، ص ۱۹۸
۵۳۔ السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۷، ص ۳۰۴
۵۴۔ یاقوت، شہاب الدین ابو عبداللہ حموی، معجم الادباء، مصر، ۱۹۲۳ء، ج ۹، ص ۱۰۱
۵۵۔ اسنوی، طبقات الشافعیۃ، ج ۱، ص ۴۵۷
۵۶۔ ناجی معروف، علماء النظامیات و مدارس المشرق الاسلامی، مطبعۃ الارشاد، بغداد، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ص ۷۰ ۵۷۔ جلال ہمائی، غزالی نامہ، ص ۱۲۹
۵۸۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۵۷ ۵۹۔ ایضاً
۶۰۔ ابو شامہ، شہاب الدین عبدالرحمٰن، ''الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ''، تحقیق: محمد حلمی، قاہرہ، ۱۹۵۶ء، ج ۱، ص ۲۴
۶۱۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۳، ص ۵۷
۶۲۔ ابن کثیر، ج ۱۲، ص ۱۶۸
۶۳۔ یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۴۵۵
۶۴۔ نوراللہ کسائی، مدارس نظامیہ، ص ۲۳۸، بحوالہ: عاقلی، تاریخ نیشاپور، ص ۴۸
۶۵۔ ایضاً ۶۶۔ ایضاً، ص ۳۳۹

Early Arabic Literary Criticism

Dr. Mohammad Abu Tayyub Khan

Abstract

This paper is designed to give a brief survey of the origin and development of Arabic literary criticism right from the Pre-Islamic age down to the end of the Umayyad era. It surveys different trends that were published under review.

The Arabs were less critic. This maxim holds true in respect of their history, biography, human behaviour and social conditions. But other than these, they were more inclined towards criticism than any other nation. So far as the craftsmanship of literature is concerned, they began criticism of poetry, prose and history successively (Zaydan 1967: 1, 551). In the present paper an attempt has been made to give a brief survey of the origin and development of Arabic literary criticism right from the Jahiliyyah or Pre-Islamic age (which covers more than a century from about 500 A.D) to the end of the Umayyad period (661-750 A.D)

ARABIC LITERARY CRITICISM

Arabic literary criticism[1] has a long history and it seems to go back as far as the beginning of Arabic literature itself. Literary criticism was extant in Arabic during the *Jahiliyyah* or Pre-Islamic age, though it was simple and bland, which suited Arabic poetry. The poetry of Pre-Islamic age was nothing but an expression of immediate feeling and criticism, too so based on the excitability and sensitivity (*Ibrahim 1937: 24*).

There were two trends in the criticism of the Pre-Islamic age. One is to pass a judgment on a poem. Here in a critic gives attention to the form,